



رجسٹرڈ نمبر ۱۲۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# اُدوئے معرے

کمانپورا

مرتبہ: سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے

نمبر ۱ | باب ۱ جنوری ۱۹۲۷ء | جلد ۱

فہرست مضامین

- |                                   |   |                                   |
|-----------------------------------|---|-----------------------------------|
| ۱۔ تنقید رسائل و کتب              | { | ۴۔ انتخاب سخن۔ انتخاب دیوان مختصر |
| ۲۔ ارباب سخن۔ سلاسل شعرائے اُدوئے |   | ۵۔ رستا۔ وقت و رفوی۔ ۱۱ صفحے      |
| ۳۔ نکات سخن۔ مائت شاعری۔ ۱۱ صفحے  |   | ۵۔ غزلیات۔ میناک طیش و حسرت       |

نفس احمد علی نے اپنے

احمد الطالع واقع کان پور میں چھپایا

اور

حسرت موہانی نے

دفتر اُدوئے سے کمانپور سے شائع کیا

قیمت فی کپی پندرہ روپے

قیمت کل کتاب ۱۵ روپے

رسالہ اردوئے معنی کے کانپور

یعنی حسرت مولیٰ کا وہ مشہور اہوار صالح علیہ السلام سے ۱۰ اسال (یعنی سن ۱۰) کے علاوہ ایک حکایت کہ اہل اورد  
جس نے دنیا کے ادب و سیاست میں انقلاب پیدا کر دیا اب جنوری ۱۰ کے علاوہ دوبارہ کان پوچھنے سے نکلتا شروع  
موا ہے محمد بن عمر بن حنفیہ سے ملائے محمد بن حنفیہ کو ایک علم نمونہ ۳۱ پر چھ -

جلد رسالہ اردو کے معنی کا پورا مکمل باب ششم دورِ یورپ (ع)

دیوان غالب اردو مع شرح غالب کی مشہور شرح جسکا ناچوان اڈیشن حال ہی میں چھپ کر تیار ہوا ہے ح  
شرح حسرت موہانی نقد فیضی بر حالات غالب نقد کلام غالب قریب فیضی ع  
انتخاب دیوان حسرت یعنی حسرت موہانی کے دو ادین حصہ اول دوم و سوم و چہارم کا ٹیکل انتخاب اردو و نزل  
ترجمہ انگریزی و مقدمہ کے بعد اسکا انگریزی ترجمہ بھی دیکھنے کی چیز ہے مترجم چوہدری رحم علی ہاشمی بی۔ اے

سابقہ ڈیڑھ سو روپے کی قیمت پر

کتابت شد در سال ۱۲۸۵ هجری بمجموعه دوا و این حسرت از حصه اول تاجیه و هم کل و مجلد ۵۰

دولت حضرت محمد اولیٰ <sup>علیه السلام</sup> و دوم و چهارم کا انتخاب

دیوان حضرت محمد دوم بنی دیوان حضرت محمد پنجم ششم هفتم و نهم کا انتخاب

یا حاکم ارفا انتخاب دیوان حکیم عبدالهادی خان مرحوم بابا کی دیوان گستاخ کرست اللہ غافقار جو کتب خانہ لاہور ۲۱

دیوان شاهی مرتبه حضرت مولانی ۵ دیوان شاهی مرتبه حضرت مولانی ۶

دیوان جہاں ۵ دیوان قائم چاند پوری ۳

مجموعه یعنی شهنوی سرایان و آخر اسرار محبت نواب متوی طلعت آتش سمن الکهنوی همه حالات آخر و محبت سمن

رسالة مصنف في سيرة آل من رحمهم باني ام

شهادت نامہ سید الشہداء

رسالة في مدح وجود  
حضرت مخدوم احمد عبدالحق دودلوی

فرض: این که سالانه راجت ۳۲ فیصدی کیشن، باره محصول را که

اللہ تعالیٰ نے میری ساری زندگی کے لیے ایک نیا راستہ کھولا ہے۔

## القسم الرابع من حلیہ ارباب سخن

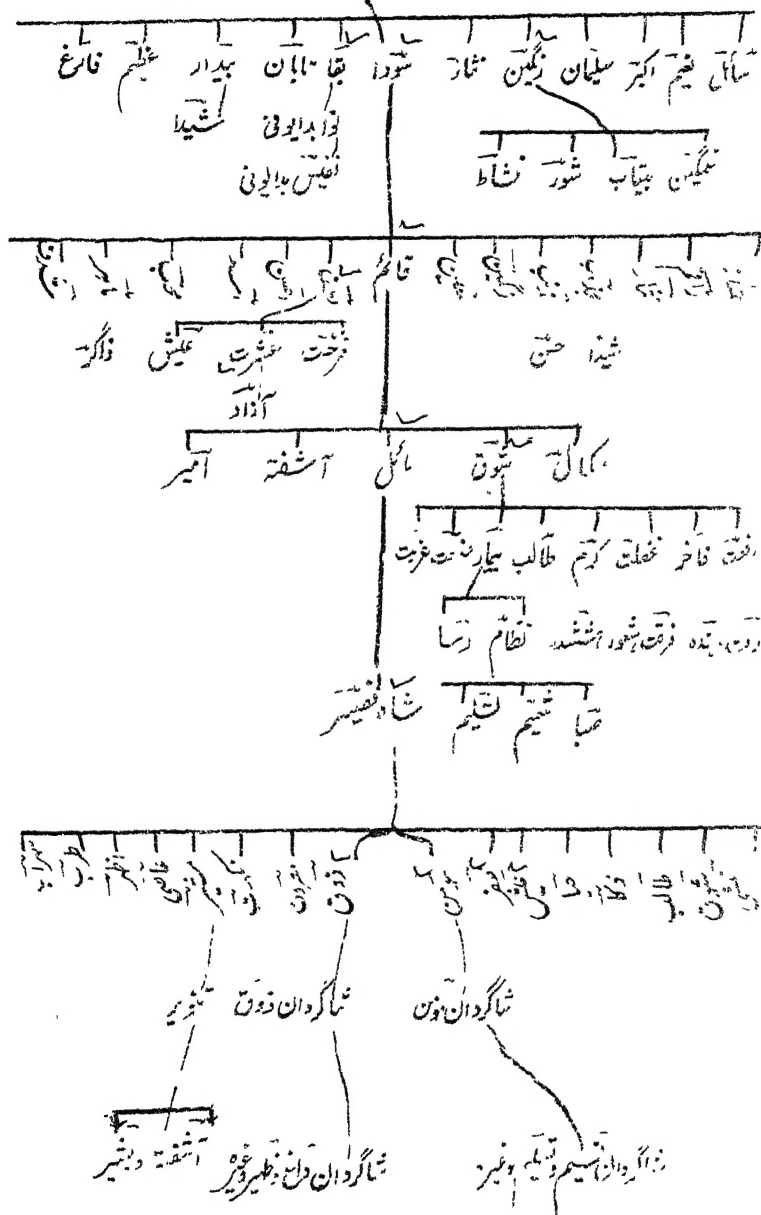
اس نام سے ہم شعراے اردو کا ایک طبع و مستند ذکر لکھنا چاہتے ہیں جسکے مفصل ذیل باجی تھے قرار دیئے گئے ہیں  
(۱) حصہ اول سلاسل شعراے اردو جو میں شعراے اردو کی ترتیب تقسیم کے سلسلہ شاعری کا تدبیر میں  
کیا جائیگی جسکے دیکھنے سے ایک نظر معلوم ہو سکے گا کہ کس شاعر کو کس نامزدان سے تعلق ہے۔  
(۲) حصہ دوم فہرست شعراے اردو جو میں مذکورہ بالا سلاسل سے جملہ اردو شاعروں کی ایک مکمل فہرست  
بہیض نام و نشان مرتب کر دی جائے گی۔

(۳) حصہ سوم تذکرہ شعراے اردو جو میں نام قابل ذکر شعراے اردو کا حال مع انتخاب کلام درج کیا جائے گا۔  
(۴) حصہ چارم طبقات شعراے اردو جو میں اردو زبان کے جملہ مشہور اور صاحب لسان اساتذہ  
کی تقسیم ان کے زمانہ شاعری کے لحاظ سے مفصل ذیل سات طبقوں میں کی جائے گی۔

طبقہ اول از ابتداء ۱۸۰۰ تا ۱۸۵۰ء - طبقہ دوم از ۱۸۵۰ تا ۱۹۰۰ء - طبقہ سوم از ۱۹۰۰ تا ۱۹۵۰ء  
طبقہ چارم از ۱۹۵۰ تا ۱۹۸۰ء - طبقہ پنجم از ۱۹۸۰ تا ۲۰۰۰ء - طبقہ ششم از ۲۰۰۰ تا ۲۰۲۰ء  
طبقہ ہفتم از ۲۰۲۰ء تا حال (۲۰۲۰ء تا ۲۰۲۵ء)۔

(۵) حصہ پنجم مریدان شعراے اردو - جو میں شاہان و سرآدمی و آوہ اور نوایان شعرا  
مرشد آباد - عظیم آباد - حیدر آباد - راجپور - بھوپال - ٹونک - بنارس - کدوہ - فرخ آباد و آباد  
و غیر میں سے ان سب کا جالی درج کیا جائے گا جو خود شاعر تھے اور جنہوں نے اپنے زمانہ  
کے مشاہیر سخن کی مولیٰ گری کی تھی۔

حصہ اول سلاسل شعراے اردو - اس حصے میں مندرجہ ذیل سلاسل شعرا کا نقشہ درج کیا جائیگا  
(۱) سلسلہ شاہ تاج شاہ و نصیر و شاگردان شاہ نصیر (۱) سلسلہ ذوق و مومن (۲) سلسلہ ذوق و شاگردان  
ذوق (۳) سلسلہ اشعار و اشعار و شاگردان مومن (۴) سلسلہ تعلیم و شاگردان تعلیم (۵) سلسلہ منظر  
بانجان (۶) سلسلہ میر تقی میر (۷) سلسلہ خواجہ میر درد (۸) سلسلہ میر تقی میر (۹) سلسلہ میر تقی میر  
سلسلہ مصطفیٰ و شاگردان مصطفیٰ (۱۰) سلسلہ آتش و صبا و شاگردان آتش و صبا وغیرہ (۱۱) سلسلہ امیر  
و شاگردان امیر (۱۲) سلسلہ آریخ و شاگردان آریخ (۱۳) سلسلہ آریخ و شاگردان آریخ (۱۴) سلسلہ  
ذوق و شاگردان ذوق (۱۵) سلسلہ غالب (۱۶) سلسلہ مستغرق صاحب و پوران۔



شبیۃ شکین، رشت سکین، نسیم قشیں، یاس قیاب کرم، موجد  
فدا، زکی برن، رشتہ قشیں، یاس قیاب کرم، موجد  
کمال صبر انجم خیال، اصغر حسرت دہانی، افسر شوق، پیش نافق، متنا  
لطفین، ممتاز، بشیر زبیر

سلسلہ فوق دہلوی

[illegible]

## (۴) سلسله مرزا مظفر جانجوان

یقین حضرت بیان سخن قدرت خاک را  
شورش

## (۵) سلسله میر تقی میر دهلوی

حسن، قیس، عالی، خادم، خوش، شاعر، دانش، نجلی، ضیا، کلیم، وحش، شکریا، مظفر، پشته، مجنون، مصفا، شقائق  
دلی، محزون، یاس، میر حسن  
خلق، مایه

## (۶) سلسله خواجہ میر درد

آدم، رسل، پیش، فرمان، سیرایت، اثر، رنج، شاعر  
طلسمان، غنیمت، قاسم  
علی

## (۷) سلسله میر سوز

انع، درد، ترقی، سوز، آتش، انوس، آتش  
نفس، دلی، سرور، غمین  
دکانت، شہرت، آسید، مجتبیٰ، زین

کاکا جی پیرانہ جعفر علی حسرت صدیق علی حیران

محبّت نینس سحر ایت حسن وحشت

(الہامی)

نعمت خیال هموار صبور حقیقت راز غنیمت شکر شایان عزت نعمت رضا

عبرت  
—  
نعمت

رویت	حقیقہ
------	-------

عقبر  
دشت (ابن بنی)  
آواد

بشانه

سید      نمائش ازین قوس بخندان

محسن شمس مہدی عزیزی

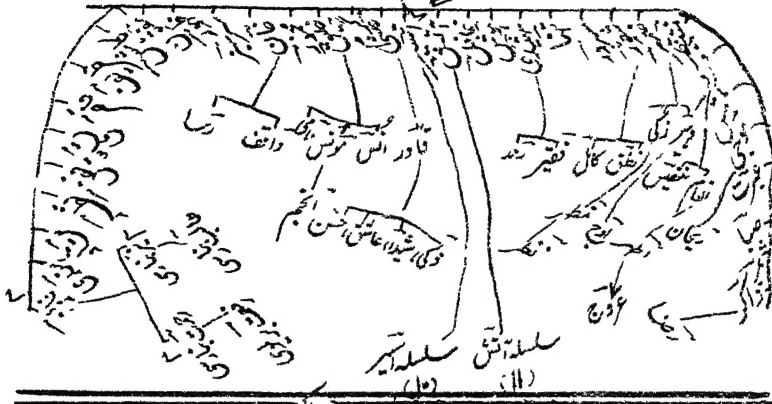
رحمت (رضا علی)

نام صولت

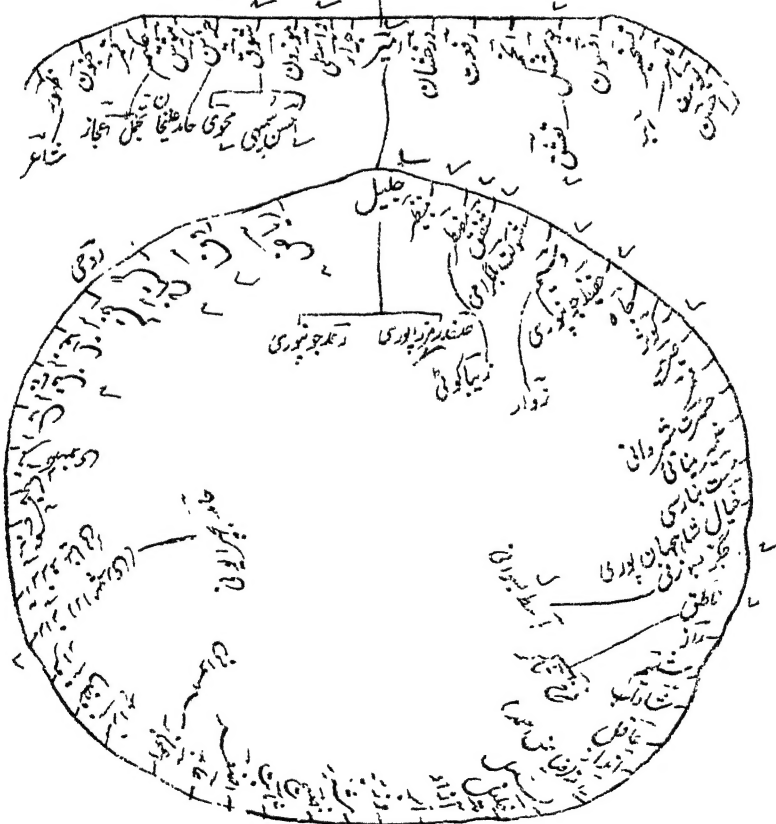


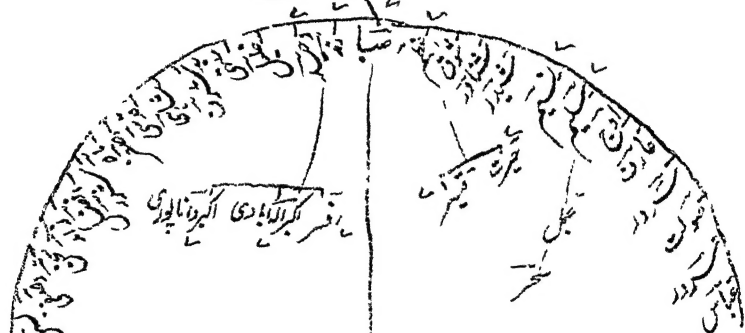


(۹) سلسله مصطفی



(۱۰) سلسله اسکندر الکبیر

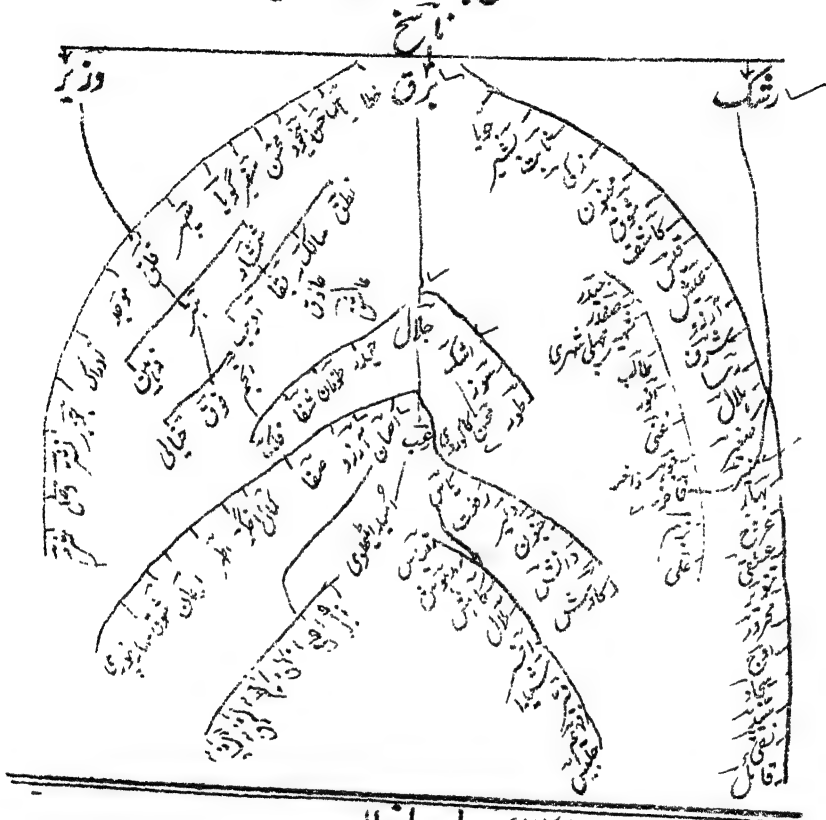




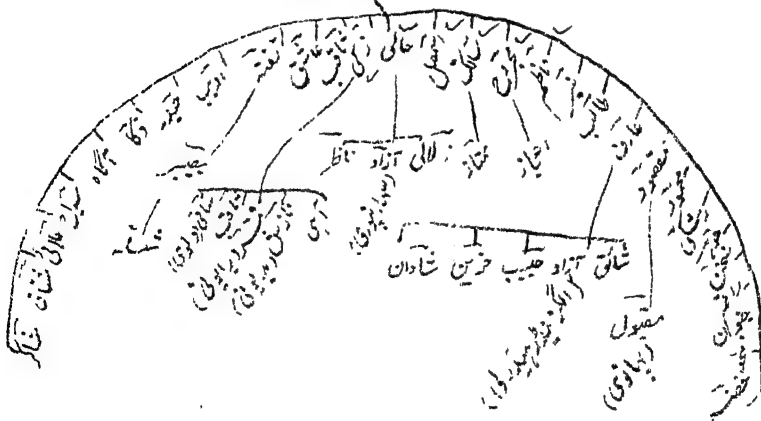
وحدید موبانی ونا سہا بقا شرق حنا کیف اول نور حیدر شیم نجد آغا کاظمی  
آرہنا فرارغ فرموبانی عظیم آبادی حسن کسوی نوروز

(۱۲) سلسلہ ناسخ لکھنوی





(۱۱۲) سلسلہ غالب



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**باب دوم معایب سخن**  
**(۱) عیب تنافر**

جب کسی شعر میں وہ ایسے لفظ متصل آجاتے ہیں جنہیں سے پہلے لفظ کا حرف آخر وہی ہوتا ہے جو دوسرے لفظ کا حرف اول ہوتا ہے تو ان دونوں حرفوں کے ایک ساتھ لفظ میں ایک قسم کا نقل اور ناگواری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی کا نام عیب تنافر ہے۔ اس سے ہر شاعر کو حقی الامکان اختیار لازم ہے مثلاً۔

میرے آنکھوں میں میری عالم سارا سیاہ ہے اب : بحکونیر اسکے آنا نہیں نظر کچھ  
 وہ اسکی چشم سے ہے وہ کہنے : کتنے جی مارے اک نگاہ کے نیچ

ان دونوں شعروں میں سیاہ اور سیہ کی ”ہ“ اور ہے کی ”ہ“ کے باہم ملنے سے عیب تنافر کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ دوسرے شعر میں اگر وہ کہتے سے پہلے لگتے اور پہلا مصرعہ یوں ہوتا  
 عہ اسکی چشم سے یہ ہو جسے۔ تو یہ خرابی نفع ہو سکتی تھی مگر میرا اسکی عموماً پرواہ نہیں کرتے۔

قائم نام سننے ہی اسکا کیوں قائم : پھر کیا تو نے لفظ اب شروع  
 اس شعر میں اسکا کے آخر میں الف اور کیوں کے شروع میں ک ہے۔ مگر چونکہ الف دیکر ٹھکتا ہے اسکو  
 اسکا کا کات اور کیوں کا کات متصل ہو گئے ہیں اور عیب تنافر پیدا ہو گیا ہے۔ اگرچہ اسکی صورت  
 خفی ہے علیٰ ہنہیں ہے عیب اگر میرے شعر میں تھا۔

مصفیٰ سے تہا سرخ پوش وہ گل شاہد چمن کے اندر : شعلہ شائب پھر تہا سرود سخن کے اندر  
 مصفیٰ کے دوسرے مصرعے میں شعلہ کا ش سب کا تہ اور پھر شائب کا ش اسطرح ایک جگہ جمع  
 ہو گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس مصرعے کو جلد جلد پڑھا چاہے تو کبھی کبھی شعلہ شائب ہی  
 اس کے منہ سے نکلیا لگا۔

فراسوہ دان تہا تہا ری بزم میں تو سرخ جام سرخ : یاں ہیں سر شک سرخ سے اکلمین مام سرخ  
 اس شعر میں دو کے بجائے تین تینیم ایک جگہ جمع ہیں اسکو بھی عیب تنافر علی کی مثال سمجھنا چاہیے۔

مسرور کا کوروی سے غیروں کا ارتباط جو رکھنا ضروری ہے پھر جسے اختلاط نہیں کیا ضرور ہے۔  
اختلاط کے آثار نہیں کی تہ کا اجتماع ہی نقل سے خالی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ  
ہم آواز حروف کی کجائی سے ہی متاثر کا عیب کم از کم بصورت خفی ضرور پیدا ہو جاتا ہے  
ملکہ آس و شمس، دکن، آس و صحر، کنوگ، اور آس کی کجائی ہی اکثر عیب متاثر کا  
موجب ہو جاتی ہے۔ مثلاً

مختور لکھنوی سے مختور مجھے یاد ہے سرخوش سے چھکایا ہونے کی سنیں سانی کی امداد فراموش  
صبا پر دہری سے پائین گریز مرغ کی کچھ اور آس آگہین : سات پردوں میں رکھیں تہی ہیں شنائی آگہین  
ناج سے سورق سے افزون ہے پر دتری زفاز : پاؤں کی صدا لاکھ ترم سے زیادہ  
جلیل سے چشمہ فیض سے دنیا ہوئی سیراب جلیل : میرے حصے میں سے عشق کا ساغر آیا  
صفدر مرزا پوری سے کھنڈ لطف مرض میں ہے کہ نام صحت : بد شگونی ہے ترے عشق کے بیمار دین  
حسرت مرانی سے غرض یہ تھی تہا ہل ہوس کو ہل غم حسرت : نہال عشق کو خطا ہرین حق تے بے ثمر رکھا  
اسے اب عشق کو دکھا ہے اک عالم حسرت : کافی تہوئی دوست میدان تہا

ناقب بدایونی سے ٹھوکرین خوب کھلا لیں مجھ درد آس جہن : پاؤں سے باز دو دیار زنی کے چبانے کو  
غالب سے اپنی گزین ہو کر نکرین بعد قتل : میرے پتے سے نکلے کو کیوں تیرا گھر لٹ

اس شعر میں حق کے ساتھ دو ک جمع ہو گئے ہیں، یہ عیب متاثر علی ہے

آسیر سے جبرین شام غم آئی ہے ستانے ہلکے : درد اسے مرگ کہ گھرا ہے بلانے ہلکے  
صفدر مرزا پوری سے کیا نہیں رنگ لیے بیٹھے ہو رضا روں میں : سیکڑوں پہول میں اس ملک کے گلزاروں  
میر تقی سے اسکی انگلیں ناز سے مجروح : نطق کچھ چھپر جہاز کا ہوا

شہید سے وہ وقت تو آنے سے بنا دینے شہیدی : بن اسے کسی شخص سے مرعائے ہیں کیسے  
ذوق سے اسے ذوق دیکھ دھڑکنا کو نہ منہ لگا : چھٹی سنیں ہے منہ سے کا فر لگی ہوئی

آتش سے لب جان بخش کے قریب وہ خط : شرح ہے متن زندگانی کی

ناج سے کیا اثر میری سید بختی کے آگے نور کا : ماہ ہے اک خال رخا ریشہ و پور کا

، سے ہر سخن کیا تہ لب پر مالہ جانکاہ ہے : تیری فرقت میں سخن کیا۔ ہمارا آہ ہے۔

غالب سے قید ہستی سے رہائی معلوم : اشک کو بے سرو پا باندھتے ہیں۔  
 ۱۔ ہے دور قدح و صبر پریشانی صہبا : یکبار لگا دو ختم سے میرے لبوں سے  
 ۲۔ جو نہ نقد آئے دلی کرے شعلہ یاسانی : تو فسر دگی نہاں ہے کلین بے زبانی  
 ۳۔ ہم سخن تیشے سے فریاد کو شیریں سے کیا : جی طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے  
 ۴۔ کہ کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نکش کو : یہ غلش کمان سے ہوتی تو جگر کے پائے ہوتا  
 ۵۔ کیا بد گمان بے مجھے کہ تینے میں مرے : طوطی کا عکس سجھے ہے نہ نگار دیکھ کر  
 ۶۔ ہے نہ از غلطان زیر از دست رفتہ پر : ہوں گل فروش شوخی داغ کن ہنوز  
 ۷۔ نہ زہر ملتا ہی نہیں بجو شکر ورنہ : کیا ختم ہے ترے ملنے کی کہ کہا بھی نہ سکون  
 ۸۔ بہت تن سے سر کر کا لگا رہا : جدا : ایک دم ہاتھ سے ہوتی نہیں تلو اور جدا  
 ۹۔ ہے مصرعہ نہ کیوں ہو گرم مری آہ سرود کا : مضمون بندھ گیا ہے پلو سے درد کا  
 ۱۰۔ جو بحر شرم میں وہ مست ناز و خوب گیا : بیان سفینہ عمر دراز ڈوب گیا  
 ۱۱۔ دل جلا کر رنج محبوب کا جلاد کیا : ہنسنے گھر پھونک کے کیا خوب تا شا دیکھا  
 ۱۲۔ جروح سے گولا لکھ بار زیرش ابر ہب ارہو : ہوں شاخ خشک بھوکا امید غر کمان  
 ۱۳۔ وحشت دہلوی سے سر بھی داغ جگر مثل لاکہ رنگین ہیں : نہ ہے خشک اُس گل خوبی کی باکپن سے مجھے  
 ۱۴۔ جالی سے روز و راع ہی شب ہجران سے کم نہیں : کچھ صبح ہی سے شام بلا کا ظہور تھا  
 ۱۵۔ نور شاگرد نسخ سے بارش دیدہ ترہنے دکھائی جو اُسے : عرق شرم میں کیا کیا نہ نہائی برسات  
 ۱۶۔ خوابہ وزیر سے پاندنی چٹکی ہمارے اشک کے سیلاب : رات کو روئے جو ہم اک بہ تھا کے واسطے  
 ۱۷۔ میرے کو عشق سے نزدیک مرگ عشق کے آزار نے کیا : پر نہیز زیت سے دل بیمار نے کیا  
 ۱۸۔ سالک دہلوی سے کچھ حال غیر مجھے قسم لے اگر کہوں : ظالم میں وہ نہیں کہ اور کی اودھ کہوں  
 ۱۹۔ زکی دہلوی سے یونہی ہے ہر زند کو ساتی سے چشم التفات : بزم کلن ملتا ہے کنگو جام صہبا دیکھے  
 ۲۰۔ سحر کلنوی سے تعزیر لگاوت کی کسی اور سے رکھے : ہم اب تو فریبوں میں تھما رہے نہیں آؤ  
 ۲۱۔ شاد ظہیر آبادی سے اپنی ناکامی کا کیا ذکر : گر حشر کے دن : کیا قیامت ہے کہ کھنڈ دیکھے گی دنیا اسکا  
 ۲۲۔ اشرف کھنڈوی سے کھل گیا قفل مینا سے مہلے سرور : فہم میں معنی تحریر خط جا آئے

جیل سے حسن کو عشق پر ترجیح ہے شہرت میں جلیں : بوسے گل میں جو ہے پرواز غدا دل میں نہیں  
 بخود دہلوی سے اکیلا بزم دشمن میں اُسے چوڑا نہیں جاتا : چھپا کر لیلا بون دل میں تین تہا  
 " یہ غیر کی بزم میں میری تو خبر کیا لو گے : ابھی اپنی ہی نہیں نکو خبر دیکھ لیا

حیات بخش رسا سے جھڑت دیکھئے انہو سے غمخواروں کا : ناک میں دم ہے شکر بجا روں کا  
 محوی لکھنوی سے دل پر محیط بلخ و حن کی سپاہ ہے : تم کیا گئے کہ کشور راحت بنا ہے  
 شہیدی سے لیکر محوی تک کے مندرجہ بالا اشعار میں عیب تنافر کی جو مثالیں دی گئی ہیں  
 وہ خفیہ قسم کا ہے یعنی ایسا جھکا وجود کہ زیادہ ناگوار نہیں معلوم ہوتا۔ مگر اسکا یہ مطلب نہ ہوتا چاہئے  
 کہ یہ عیب عیب نہیں ہے۔ ذیل میں ہم چند مثالیں ایسے اشعار کی طرح جمع کرتے ہیں جنہیں یہ عیب خفیہ  
 دیکھا ہر محسوس نہیں ہوتا مگر اُن اشعار کی اصلاح شدہ یا ترسیم شدہ صورت کو دیکھنے کے بعد  
 اس عیب کا واقعی عیب ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔

عبداللہ خان آہرہ اسد رجب ہر مرغ چمن خون میں صیاد : ہر موج رگ گل پہ ہے زنجیر کا دھوکا  
 مرزا نسیم مخفورتے دیوان ہرین جبکا قلمی نسخہ راقم حروف کے : اس موجود ہے اس شعر کے  
 پہلے مصرع کو اپنے قلم سے یوں بدل دیا ہے۔ ع۔ اسد رجب ہر صبح چمن خون میں صیاد۔ اس  
 اصلاح سے ہر کی تکرار اور ہے ہر کا عیب تنافر و دونوں خوبیاں معدوم ہو گئیں۔

شبیہ سے غیر سے کب ہوا ہے ترک کلام : باتیں تم سے بھی بنانے لگے  
 تین تم کے تلفظ تم میں عیب تنافر بصورت خفیہ موجود ہے۔ مگر شاید بعض لوگوں کو محسوس  
 نہ ہوتا ہو۔ ان کو غور کرنا چاہئے کہ مصرعہ ثانی یوں بھی ہو سکتا ہے ع۔ باتیں تم سے بھی تم بنانے لگو۔  
 اس توہم شدہ مصرعہ کو پیش نظر رکھنے کے بعد غالباً انکو بھی یہ عیب واقعی عیب معلوم ہونے لگے گا۔  
 نثر کرم دہلوی سے اُس نازنین کا خواب میں انا محال ہے : اسے شوق بے ادب بھی کیا خیال ہے  
 دوسرا مصرعہ یوں بھی ہو سکتا ہے ع۔ اسے شوق بے ادب یہ سمجھ کیا خیال ہے۔

اس ترسیم کو دیکھنے کے بعد سمجھ کی سی ادب کی سی کا اجتماع یقیناً مایوس معلوم ہونے لگے گا۔  
 ذکی سے غموش بزم میں بیٹھ ہو کوئی بات ہے یہ : زبان تو دسی ہے خدا نے تمہیں دہان نہ سی  
 بیان بزم میں کا عیب تنافر قابل التفات نہیں معلوم ہوتا۔ مگر جب یہ بتا دیا جائے کہ پہلا مصرع

یون ہی ہو سکتا ہے۔ ع۔ خوش بیٹھ ہو محفل میں کوئی بات ہے یہ۔ تو پھر اس عیب کے عیب ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

تاہر کھنوسی سے ضعیف و زار ہیں یہ ہم جہاں فانی میں : بنے ہیں تارِ نظر چشمِ ناتوانی میں پہلا مصرعہ یوں ہی ہو سکتا ہے۔ ع۔ ضعیف و زار یہ ہیں ہم جہاں فانی میں۔ اس حقیقت کے معلوم ہونے کے بعد غور کیجئے کہ یہ ہم میں عیبِ نثارِ فیضاً موجود ہے یا نہیں۔ وحشت سے دیکھ کر محکوم وہ حالِ مراجان گئے : جی کے ارمانِ دلِ تیار کے قربان گئے اگر پہلا مصرعہ یوں ہوتا۔ ع۔ دیکھ کر محکومِ مرا حالِ جودہ جان گئے۔ تو وہ حالِ کا عیبِ نثارِ بلا شبہ دُور ہو جاتا۔

## (۲) تکرار الفاظ (بیج)

الفاظ اور حروف کی تکرار عام اس سے کہ وہ شعر کے ایک ہی مصرعے میں ہو یا دونوں میں عموماً بیج سمجھی جاتی ہے اور واقعی ہوتی ہی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض موقعوں پر تکرارِ الفاظ حسین بھی ہوتی ہے جیسا کہ بیان اس کتاب کے تیسرے باب میں زیرِ عنوانِ خاص سخن آئے گا افسارِ قائل بیان پر مصرعہ محبوب اور مکروہ تکرار کی مثالیں درج کی جاتی ہیں جن سے بچنا ہر شاعر کا فرض ہے فاکم سے ناصح وہ فکر کر کہ سلامت رہے عجیب : اور بھٹ چکا تو پھر یہ سلا یا نہ جائے گا۔ معنی سے دن میں سو سو بار ہم اُن کے گھر جانے لگے : ہنسنے چھپانے وہ لگے ہم اُن پر جانے لگے میر حسن سے اتنا احسن کی وہ اُس کی نئی چاہ تری : ہائے کیا دن تھے حسن اور وہ زمانا کیا تھا مہور سے اُس رشکِ سر کے آبی ڈوپٹے کے عکس نے : اک آسمانِ تازہ زمین پر بنادیا آئینہ سے تار کے کمرے کے بنایا کمر : درجو توڑا تو اُسی در کے مقابل توڑا واضح رہے کہ بیان پہلے مصرعے میں کے تکرارِ بیج اور اس کے برخلاف مصرعہ ثانی میں توڑا کی تکرارِ حسین واقع ہوئی ہے۔

آتشِ شراب پینے کی کرتی ہے فصلِ گلِ تکلیف : دن آنے ہیں بڑے کے شکار کرنے کے ناصح سے خط کے لانے میں اگر پیکِ صبا نے دیر کی ہے غضب آنے میں کیوں پیکِ قضا نے دیر کی غالب سے عین اُس جاگرہ کپڑے کی نیرتِ عتاب : جسکی قسمت میں ہو عاشقِ لاگربیان ہوا



بعض لوگ غالباً منع عیب کے خیال سے پہلے مصرعے میں قسمت کی جگہ قیمت پڑھتے ہیں حالانکہ غالب نے دونوں مصرعون میں قسمت ہی لکھا تھا جیسا کہ خود ان کے صحیح کئے ہوئے دیوان میں چھپا ہوا موجود ہے۔

غالب سے ہستی ہماری اپنی تقابیر دلیل ہے ؛ ان تک ملے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے  
 ۱۔ جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی ؛ لکھد مجھو یارب اُسے قسمت میں حدود کی  
 ۲۔ ناکردہ گناہوں کی جھرت کی ملے داد ؛ یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے  
 ۳۔ ابھی آتی ہے بوباش سے اُس کی زلف مشکین کی ؛ ہماری دید کو خواب زینچا عا دہ بتر ہے  
 اس شعر کا شمار غالب کے اچھے اشعار میں ہوتا ہے۔ اور کثرت استعمال کی بنا پر لوگوں  
 کا خیال اسکے عیب کی جانب مین جاتا اور نہ حقیقت حال یہ ہے کہ مصرعہ اول میں حرف کی کی  
 تکرار نہایت قبیح واقع ہوئی ہے اگر یہ مصرعہ اس طرح لکھا جاتا : ۴۔ ابھی آتی ہے بوباش  
 سے اُس گیسوے مشکین کی۔ تو یہ خرابی رفع ہو جاتی۔ مگر غالب نے اس طرف توجہ نہیں کی  
 مخرج سے نامہ پر نے جواب کے بدلے ؛ خطا کے پر زون کو لادیا ہلکو

غرض کہنتوی سے کل صبح کو وہ عاشق کو قتل کرینگے ؛ کدو کر مرشام سے حاضر ہے بھر بھی  
 اگر پہلا مصرعہ یوں ہوتا : ۵۔ کل صبح سے عشاق کو وہ قتل کرینگے تو عیب تکرار دور ہو جاتا۔  
 سناک دہلوی سے عجب ایسی بھانگی کثرت کی ؛ کہ اُسے غیر نے ملاست کی  
 عاشق دہلوی سے انکی چتون کے اشارے کو ہمیں جان گئے ؛ راز دوان ایک ہمیں تھی ہمیں پہچان گئے  
 اس شعر کے دوسرے مصرعے میں ہمیں کی تکرار ناگوار نہیں البتہ پہلے مصرعے میں بھی ہمیں  
 کا استعمال بلا شہہ مینو ہے۔ اگر مطلع کا خیال نہ ہوتا۔ اور پہلا مصرعہ یوں لکھا جاتا : ۶۔  
 ان کی چتون کے اشارے نہ کسی نے جانے ؛ تو یہ کمزوری بھی نہ رہتی۔

حفیظ جو پوری سے یاد ہے پہلے پہل گئی وہ ملاقات کی بات ؛ وہ فرسے دن کے نہ بھولینگے نہ وہ رات کی !  
 جلیل سے پہنچ گیا سہر منزل تین اک رطب تین جلیل ؛ جو عمر سہر میں نہوتا ہوا وہ دم بہر میں  
 حسرت موبانی سے وہ بھی دل تہا کے بچائیں جو سن پائیں کہیں ہے غضب کی نصیر وکی صدائی آہ  
 دیوان حسرت کے پہلے ادریش میں یہ شعر اسی طرح چھپا تھا دوسرے ادریش میں : ۷۔

۴۔ ہے غضب اپنی فقیرانہ صدا کی تاثیر۔ کردیا گیا اگر عیب تنافر باقی نہ رہے  
(۳) ہائے مخفی کے بجائے الف کا استعمال

ترکیب فارسی کے ساتھ ہائے مخفی کی جگہ الف کا استعمال یقیناً ناجائز ہے اگر اردو شاعروں میں کم لیسے ہیں جو اس بات کا لحاظ رکھتے ہیں اور ان سے اس غلطی کا ارتکاب نہوتا ہو مثلاً حضرت استاد جرات سے چلا وہ شوخ عین شدت گریہ میں رخصت ہو بیڑی آنکھوں میں لگا شکون کو ہم پہنچا پہلا مصرع پڑھنے میں یوں آتا ہے۔ چلا وہ شوخ عین شدت گریا میں رخصت ہو۔ گریہ کے بجائے گریا غلط ہے۔

جرات سے جو دل زو جشت زدہ پھرتا تھا آوارہ بڑا بنے ہن چم محبت بروہ کل مارا پڑا  
تہا لفظ آوارہ کا کافیہ آرا کے ساتھ جیسا کہ جو آت کے اس شعر میں ہی جائز سمجھا جاتا ہے  
لیکن اضافت یا ترکیب فارسی کے ساتھ آوارہ کا لفظ آوارا کے طور پر کرنا کسی طرح صحیح نہیں  
یہی حالی لفظ نظارہ کا ہے کہ تہا اسکا کافیہ گو آرا کے ساتھ ہو سکتا ہے اگر اضافت  
فارسی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ سرور کا کو روی کے اس شعر میں ہے۔

مستور سے رکھنا تو فوجی آنکھ گوارا نہیں ہیں نہ بر کیا کرین کہ حکم نظار انہیں ہیں  
بلکہ بعض بعض موقوف پر تو بلا اضافت تہا لفظ زیادہ کا یہی تلفظ بطور زیادہ اچھا نہیں  
معلوم ہوتا۔ مثلاً

تجو دو دہلوی سے کھل گئی سب تری باتوں سے شرارت تیری شوخ تھے بھی زیادہ ہے طبیعت تیری  
اس شعر کا دوسرا مصرع اگر یوں ہوتا شوخ تھے بھی بونگہ بڑھکے طبیعت تیری۔ تو بہتر ہوتا  
ذیل میں متقدمین متوسطین اور متاخرین غرض کہ ہر عہد کے شعرا کے اردو کا کلام بطور مثال  
درج کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہو گا کہ اس باب میں احتیاط سے بہت کم لوگوں نے کام  
لیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حسرت سے ہر آن ہے مرغان پر نعت جگر تازہ : یہ نخل حیت میں آیا نخر تازہ  
عیشی سے کشت پر اردن کی کراے ابر پر جلوہ گری : بان ہر روان دعا ابرجت انگنا  
سے دو نقین آبادیاں کیا کیا چین کی یاد ہیں : بو گل کی طرح ہم گلشن کے خانہ زاد ہیں

قاتل سے دیدہ و خوار کر تعلیم گریہ دے اُسے : شبنم گل سے ابھی پیدا ہو طوفان بہار  
 آتش سے حسن بے پردہ کا عالم جلوہ گر آیا ہوں میں : دم بڑک جاتا ہے عریان دیکھ کر تلواری کو  
 اسیر شبنم و گل سے جنوں کے جوش میں تپتے اسیر : حال گرچہ کھدا احوال خندہ کھدا  
 سے ہارے دوسے در میکدہ تلک زاہد : سڑک نبی کہ کوئی جاوے ثواب نیا  
 تاسخ سے ایک مشب جو تیری مصلحت میں ناپائے بار شمع : صبح ہوتے ہوتے ہوا نذر رشتہ زار شمع  
 غائب ہوئی ہے کس قدر راز رازی سے جلوہ : کہ مست ہے ترے کوچے میں ہر درو دیوار  
 نسیم فہلوی سے سچ تو یہ ہے مرگ عاشق کے تصدیق جائے جو چشم معروضہ نظارہ سترہ زانوئے دوست  
 رشک لکنوی سے جب تک رہا میں ہجر زدہ کا پنور میں : آدیزہ تباں کا علاقہ لگا رہا  
 حجر لکنوی سے جب کہی تحریر و صفت حسن جاتا نہ ہوا : شمع خامہ بنگیا کتب پر روانہ ہوا  
 ستر لکنوی سے جنوں کی ہے خدا و عادت کسایت : یہاں ہے شکر و پردہ شکایت  
 تہ لکنوی سے روشنی میرے سبب خانے میں رہتی ہے دم : کام آتے شب تیرہ میں شعلہ آہ کا  
 مادر شاہ گویا رخ سے سب کسرتیں کہ آتری ہے شیشے میں یہ پری : ساغین جگہ ہوتی ہے جلوہ نما شراب  
 نساخ سے جو سے گا تری غزل نساخ : زمرہ سے رخ مر حبا ہو گا  
 فتن میر بھی سے رابطہ ہے پردہ نہیں سبک رہا تیرے لیے : زندگی اپنی کئی حرف اشارہ ہو کر  
 بخود و ہلوی سے ذکر تفسیر گزشتہ نہیں تفری سے کم : یہ ملاقات کی شب سب کہ مکانات کی سات  
 سے گملا کر پیر وہی صورت بنادی جوش گریہ سنے : پھوٹا اک دریا پانی ترے بیار الفت پر  
 نظر طباطبائی سے بادشاہی تھی گدا کی درمیانہ کی : نہ کر سلیمان کی طرح لیکے اڑا جوش بچھے  
 صفی لکنوی سے نعین ہمدرد اگر پاس تو ہم ہی سہی : کوئی اندوہ رہا ہے دل دیوتا ہو  
 سے دم پر واز ہو آزاد خیالی : نظر : نہیں نہ جاسے جو کہیں دام تہ دانہ ہو  
 حقیقت جو پنوری سے کیا غزل کہتے ہو اتبرای حقیقت : ختم رنگ ماضیات ہو گیا  
 صمیم لکھنوی سے دعائیں دین شب وعدہ جو تو سنگار کرے : خدا و جہد ترے حسن کی ہمار کرے  
 یاس لکنوی سے تقدیر لالہ و گل کا خوان میں ہی نہیں ٹٹا : بگڑا شوق رالبتہ ہے ایک نقش باطل سے  
 آفتاب بالونی سے لڑائی خانہ بدوشی کی ہوا : جب ٹھکانے کا زمانہ آگیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## انتخابِ یوان غصنفرشاگرد رشید جرات

نزع میں ہی کچھ نہ آنے کا اشارہ کر گیا  
 داغِ دل اس حسن سے چمکا کہ جس کی رائے  
 حالِ دل کہنے کی بھی طاقت نہیں اب ہو  
 ایک مجھے ہو کے ناخوش اٹھلا بھلے سے وہ  
 کیا کہوں کیا جی یہ گزری بھر رخصت جو بخش  
 جان بلب عاشق کو تنہا چھوڑ کر ظالم گیا  
 تھی معتد اس کی آمد شد کبھی گھڑی نہ  
 رات تک پر دے میں تھا اپنا اور اہمکار تباط  
 جی سے جو یاس گذرا ہے اسی اُسید پر  
 نام سے جس مریوٹے کے کہتے ہیں اب تک ہر گنگ  
 تھی زبانِ بیمار کی تیرے جو وقت نزع بند  
 کچھ غصنفرش کی نہانی بات اُس بند روئے  
 دل لیکے ذرا تم بھی رکھو دھیان کیا  
 آغازِ محبت ہی میں دنیا سے اُسٹھے ہم  
 حیرت کہ اس ڈھب میں رہے سیکڑوں ہتیار  
 لطف اُسکا نہ کچھ پوچھو کہ قائل ہوئے پڑ رات  
 اس خانہ نشینی کے عوصن چہ درخ سہکار  
 جی تن سے ہزاروں کے نرمی کو بچے میں بٹکے  
 ہم گھر میں جو اک دم کے ہیں ہمارے غصنفرش  
 ممکن ہی نہیں وصال اس کا

صاف وہ جیدہ اختر کو کنارہ کر گیا  
 دوزخ سے آکر زیارتِ ہرستارا کر گیا  
 کیا کہیں کیا حال وہ ظالم ہمارا کر گیا  
 اور جو تھے چکھ نہ کچھ سب سے مراد کر گیا  
 جاتے جاتے اک نگہ مڑ کر دوبارہ کر گیا  
 اپنے بیچارے کا وہ کچھ بھی نہ چارہ کر گیا  
 یہ جو حسرت سے ترے ورکا نظارہ کر گیا  
 آج دن کو آ کے سب میں آشکارا کر گیا  
 قبر پر اُسکی نہ تو گاہے گزرا کر گیا  
 سچ تو یہ ہے نام وہ سب میں ہمارا کر گیا  
 تو دم مروں کچھ آنکھوں میں اشارہ کر گیا  
 منتہین کیا کیا نہ آکر وہ بیچارہ کر گیا  
 جاو گیا نہیں مفت میں جی جان کیا  
 صد شکر اٹھایا نہ کچھ احسان کیا  
 لیکن ہنوا وہ بیٹ ناواں کیا  
 کیا قہر تھا ہونا وہ پشیمان کیا  
 لے کاش اگر کرتا میں دربان کیا  
 پر دل سے نہ نکلا کوئی ارمان کیا  
 شاید کہ ہوا آج وہ سہمان کیا  
 میں چھوڑ ڈالا خیالِ عس کا

کیا تیرے جس سے لگ گیا دل  
عیلیٰ نے دیا جواب تو کیا  
جس عشق کی ابتدا غضب ہے  
کس حال میں ہے ترا غنفر

لانا ہے بہت محال اُس کا  
تم روند کر دو سوال اُس کا  
دیکھیں کیا جو مال اُس کا  
ملک تو بھی تو دیکھ حال اُس کا

قبر پر تم گد و سبے گاہ گزارا کرنا  
چل رہا آج وہ تھی جس سے رکاوٹ مسکو  
دم رحمت وہ جو کچھ گزری سو گزری لیکن  
شب تنہائی میں روتوں کے چین دل کے حضور  
باد کر لیجو اس اپنے بلا گردان کو  
دیکھنے کو ترے بیار کے لوگ آئے ہیں  
اُس پر ہی سے جو کہا بزم میں آنکھ ملا  
تو کسی اور سے ہو کر وہ محنا طبع ملا  
جاتے جاتے یسلی کو مری مڑ کے کسا  
بستر غم پر پڑے منہ کو پیٹ چپکے  
کل لگے کتنے غنفر مجھے بدنام نہ کر

جد مرنے کے تو کہنا یہ ہمارا کرنا  
اب کھلے بندوں ہر اک جا پہ سدھارا کرنا  
نہر خاطر کے لگے اُس کا دوا را کرنا  
شام سے صبح تک ذکر مختصرا کرنا  
سر سے اپنے کہی حدتہ جو آواز کرنا  
ایسے میں آگے ذرا تو بھی نظر ارا کرنا  
کوتلہ میں ہے یہ ایسا واثق ارا کرنا  
ایسے دیوانے سے لازم ہے کنا ارا کرنا  
یون شب ہجر میں اوقات گزارا کرنا  
کر کے بند آنکھوں کو بس دہیان ہارا کرنا  
چھوڑ دے نام مرا لیکے مہکا ارا کرنا

شکوہ کروں آہ کیا کیا  
گہرا سی جو نہی رات اُسکی چوون  
بے اپنی غرض اُسے مقدم  
سودا تین لپیٹ میں وہ بولا  
کل اُن سے کسی نے اتفاقا  
تو بولے وہ کس ادا سے سُکر  
پڑا اور غزل وہ اسے غنفر  
نہ کور جو رات بھٹا کیا

کوئی نہیں آشنا کیا  
کچھ حال عجب بنا کیا  
گوفت ہو مدعا کیا  
قاصد نے جو خط دیا کیا  
مذکور جو نہی کیا کیا  
غم کھائے مری بلا کیا  
ہمیں مین کہاجا کیا  
کچھ ہوشن تھا بجا کیا

جی تن سے جدا ہو تو ہووے  
پیارے چھوڑا کیسا  
افزون ہوئی اور میرا سی  
غم آنے کا جو شاکیسا  
وان ہووے گذر را تو پیغام  
یہ کہی تو اسے صبا کیسا  
صدنے سے فراق کے تھارے  
ہے حال بہت بُرا کیسا  
بھی نہیں آہ اس قدر مرث  
انا بھی کرو گسا کیسا  
محتاج کیسا کو اسے غصہ فر  
ہرگز نہ کرے خدا کیسا

شب کو تم پاس مناسب نہیں رہنا میرا  
دن کو بہتر ہے اگر مان لو کہنا میرا  
بات تکرار سخن پر وہ عجب ناز کے ساتھ  
مجھے کہتا تھا متین مان لو کہنا میرا  
کچھ سمجھ کر وہ ہوا دل میں قیامت ۲۰ دم  
وہ ایسا کان تو نہ لیا ظلم کا سنا میرا  
شب تھا ہوا کے مری دست درازی سے کہا  
تو ہی اب گوندھی توڑا ہے جو گستا میرا  
جس سے کمی دوستی وہ دشمن جانی نکلا  
لے غصہ ہے عجب وضع کا کتنا میرا  
تادم زیت نہ اُس شوخ کا دھچھوڑو نکلا  
آخر اک روز میں اپنا اُسے کر چھوڑو نکلا  
داغِ فرقت دیئے جاتے ہو تو اچھا جاؤ  
میں کیلجے سے لگا کر اُسے دھر چھوڑو نکلا  
جب تک اُسکے بھی دو چار نہ آتو نکلیں  
آہ زمانہ میں اسے دیدہ تیر چھوڑو نکلا  
در پہ وحشت مری دیکھ اُسے کہا ہو کے تنگ  
اون تو چھوڑو نکلا نہ میں آہ وہاں اُسے تاسع  
دیکے دھوکا بھی اُسکے تو غصہ فر وہ گیا  
یونگیا یا اسکے جاتے ہی یہ گھر کا نقشا  
بستر غم پہ گذر جائے ہے مرنے کا خیال  
جون چلا جائے کوئی آتش سوزان کے قریب  
کیسے گھر کے وہ گھر جانے کو سب اہل  
فوج غم نے مرے دل کا کیا آتے ہی یہ رنگ  
دیکھ آئینہ میں منہ بولے وہ بیباختہ یون

دن کو بہتر ہے اگر مان لو کہنا میرا  
مجھے کہتا تھا متین مان لو کہنا میرا  
وہ ایسا کان تو نہ لیا ظلم کا سنا میرا  
تو ہی اب گوندھی توڑا ہے جو گستا میرا  
لے غصہ ہے عجب وضع کا کتنا میرا  
آخر اک روز میں اپنا اُسے کر چھوڑو نکلا  
میں کیلجے سے لگا کر اُسے دھر چھوڑو نکلا  
آہ زمانہ میں اسے دیدہ تیر چھوڑو نکلا  
اسکے ہاتھوں میں اک روز یہ گھر چھوڑو نکلا  
کر کے عالم کے تین زبردست چھوڑو نکلا  
کیا میں نادان ہوں جو یوں بار بار چھوڑو نکلا  
کو نظر آگیا گھر بیٹھے سفر کا نقشا  
یاد آئے جب اُس راہ گزر کا نقشا  
ہے یہ اب دل کی حرارت سے جگر کا نقشا  
دیکھا بیڑی دل خواں دیدہ تر کا نقشا  
جو ہمدت میں کسی را گزر کا نقشا  
آئے فری کینو کہ کھلا ہو کھٹک کا نقشا

آہ و نالے کا مرقع تو ہے بلٹا اکل  
 غالباً مرگ ہی آئی ہے اب اپنی کج آہ  
 ضعف سے بیٹھو ہین لاچار غمخیزان  
 بیٹھے ہین حید کو سب یار نعل میں لیسکر  
 کشہ نما زلف اس پہ ہین نازان جی میں  
 سو خرابی سے اٹھا کر تیرے سیمار کو آہ  
 روئے ہم اسکی تنائے کج آغوشی میں  
 پرگانی سے ہین بیٹھے اٹھے تہہ پہ سوچ  
 مے زلف کی ترنگ آئی تو آیا دوڑا  
 کو کج خانہ نشینی کا ہو اسکی چرچا  
 شب تنائی میں سو رہتے ہین مستان تر  
 سنگ ہم جو چین اسکی غمخیز لے  
 جاہنیں سکے کہیں اُس سے کنار کھینچکر  
 یوں تصور سے کہا تصویر یوسف اُسے دیکھ  
 اُس سے اب کیا پاؤں پھیلاتی ہو چھٹیا آہ  
 دل نے افشا کر دیا راز نہان یہ کیا کیا  
 کھینچتا پھرتا تھا آہن گرچہ گرد اُس گھر کو راز  
 دل کی حسرت بھی نکالو نوک سے ملواری کی  
 واہ رہی بیتابی دل میں تو قائل ہوں ترا  
 جنس دل دان یوں گنوا کر اُسے ہم حسرت زد  
 کوئے قائل میں نصا ہی اپنی لکھی تھی مگر  
 آج تو تم سب لا دعویٰ کہ روز حشر کو  
 دیکھے ہے کن حسرتوں سے تھوڑی دربان کا

پر دکھائی نہ آیا کوئی اثر کا نقشا  
 نظر آتا ہین تصویر سحر کا نقشا  
 ہے تصور میں جو اس راگداز کا نقشا  
 بیٹھن ہم کیا دل سیمار نعل میں لیسکر  
 کہ نکلتا ہے وہ ملواری نعل میں لیسکر  
 سرنگوں بیٹھے ہین غوار نعل میں لیسکر  
 دل یوں کج چار نعل میں لیسکر  
 بیٹھے ہو گئے اُسے اغیار نعل میں لیسکر  
 شیشہ سے کودہ میواری نعل میں لیسکر  
 بیٹھے جو مختار حدار نعل میں لیسکر  
 یہ تصور تجھے ہر بار نعل میں لیسکر  
 دل پر داغ سے گلزار نعل میں لیسکر  
 کاش خیر مارے اک دلبر وہ پیارا کھینچکر  
 خوب تم لاسے ہو یہ نقشہ ہمارا کھینچکر  
 ہاتھ اپنی زندگانی سے بچا را کھینچکر  
 بخودی میں آو سردا کہ آتش کارا کھینچکر  
 سنگدل نے ایک تھر بھی نہ مارا کھینچکر  
 دسدم کرتے ہو مجھ پر کیا اشار کھینچکر  
 کیسے لے آئی اُسے گھر سے دو بار کھینچکر  
 جیسے آوے کوئی سوداگر خنار کھینچکر  
 لائی ہے حسرت جو بان بیکو نقشا کھینچکر  
 ہونہ فریادی کوئی دامن ہمارا کھینچکر  
 اپنے ہچکچون میں ذلت اک بچار کھینچکر

ہے غصہ آتو یہ عالم کہ چین آئی ہے  
 جہاں کا کسی نے در سے جو گردن ٹکا لکر  
 اٹھا جو بھڑے کچھ تو کس انداز سے کہا  
 بہتو فراق یار میں سر پیٹے ہیں آہ  
 خوش طامی انہوں کی جو سوتے ہیں چین سے  
 خالی کہانی اسکو غضب فرسنا نہ تو  
 دیکھو اسکو جو ہو جائے مفسط عاشق  
 تو جس بزم میں جاتا ہوں تو حالت مری دیکھ  
 فلقی دل سے کہی یاں ہے کہی دان آوائے  
 عشق بازی ہے دلا کچھ یہ سنسی کھیل نہیں  
 شکو اس شوخ کے ابرو کا تصور جو بندھا  
 چو کہا میں نے کہ ہیں جاہلے والے ناپید  
 تو وہ بولے کہ اجی کیجی اس میں گھنڈ  
 اور پر دروغ لایسی ہی پڑھ بزم میں تو  
 چون رقب اب مجھے دیکھے ہے بھگوا عاشق  
 ٹھنڈی سانسین جو بھریں میں تو بولے کیا کر  
 دو قدم چلیو برابر مرے تابوت کے تم  
 دم شمار ہے کوئی دم جو ناقہ ہو تو پھر  
 آتش شوق سے دل ہو چو طپان سینے میں  
 اپنے سانسے جو جھکے ہے دوانوں کی طرح  
 جاتے ہیں دہان سے گر گئیں ہم  
 صد حیف کہ کچھ بیکی میں  
 خاموشی کی مہر ہے دہن پر  
 بیٹھ رہے سارے عالم کی کنار اٹھینکر  
 ششدر سارہ گئی ہیں کلیجہ سنبھالکر  
 اس بات کا تو اور کسی سے سوال کر  
 دلمین شب وصال کا ہر دم خیال کر  
 ہر رات ہاتھ بار کی گردن میں ڈال کر  
 تھمتے میں درج اپنے بچے حسب حال کر  
 چہرے تپتے اُسے کیا کیا وہ سبھکوا عاشق  
 سب یہ کہتے ہیں کہیں ہے مقرر عاشق  
 چین سے گھر میں نہ بیٹھے نہ باہر عاشق  
 کیوں عیش جان پر کھیلے تو ہو کر عاشق  
 مر گیا چپکے سے اک مار کے غضب عاشق  
 کوئی پیدا تو کر تو میرے برابر عاشق  
 اڑیاں رگدین ہیں یاں تھے بہتر عاشق  
 اٹک بھلا میں غضب ہے سنا کر عاشق  
 آپ اپنے یہ بوا کیا وہ سنا کر عاشق  
 یعنی سچانیں کہیں ہے یہ ہستہ عاشق  
 تھا تبارانہ کوئی کمرے برابر عاشق  
 گئے لگتا ہے شب بھر میں ہستہ عاشق  
 مثل سیان رہے کیونکہ مفسط عاشق  
 ہے کسی رشک پری پر یہ غضب عاشق  
 ہر پھر کے پھر آستے ہیں دہن ہم  
 کوئی نہیں اور ہیں چین ہم  
 ہیں حلقہ غم میں جون گئیں ہم



کیا کیا کھینچیں ہیں آپ کو دور  
دیکھ آئینہ ہم سے پوچھتے یوں  
آیانہ وہ شوخ اور گلے آہ  
تکتے رہے جات در اسے واسے  
مفت میں تو مجھ پر ہے غصہ

کیا کہیں در و محبت کسی غمخوار سے ہم  
اُسکے ہمارے جو ملتا ہمیں رہنے کو مکان  
مرض عشق سے ہے کئی مارے ہم  
آئینہ دیکھ کے کہتا ہے وہ مغرور یہ بات  
بات مطلب کی وہ فی الفور سمجھ جاتا ہے  
انکے عاشق کو جو سولی لگے دینے تو کہا  
فقد جانے کا کیا یا رہنے جب بزم سے آہ  
کے آنے کا جو وعدہ وہ نہ آیا شب کو  
وعدہ واصل نہ کرے وہ دیکھ لو لا  
جی ہیں ہے اور غزل سے غصہ غافل

کتنے ہیں بہر تلی یہ دل زار سے ہم  
کس پر ی کے یہ بھٹے ہیں اب اسے کہہ  
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے اب اپنا آزار  
مرنے دم ہی نظر آئی نہ وہ صورت ہے ہی  
بوسہ باگون تو سمجھ کر مجھے سودائی سا  
بٹھتا تھا وہ کہیں جس سے لگا کر نکسے  
صبح اس کو چے میں اک بار پڑا تھا اسکا  
سے پلانے پر بصر ہونے کا موجب جو کہیں

ملک میں جو یار کے قرین ہم  
پس کیوں کہ کہیں ہیں حسین ہم  
حسرت ہی بھرے ہر ذہن ہم  
مطرط کے وقت داپسین ہم  
اب وہ ہے تو آپ میں حسین ہم

سہی کتنے ہیں کہ مرتے ہیں اس آزار سے ہم  
کبھی آواز تو سننے پس دیوار سے ہم  
آہ جانبر نہیں ہونے کے اس آزار سے ہم  
دافنی خوب ہیں ہر ایک طرف دار سے ہم  
گو کہ پردے میں کہیں اُس بت عیار سے ہم  
ٹھہر ونگ پوچھ لین کچھ اپنے گنہگار سے ہم  
ملک کے ہر ایک کا منہ رہ گئے ناچار سے ہم  
صبح بد عہدی کے شاکی ہوئے اُس یار سے ہم  
ابکے پھرنے کے نہیں اپنے اس اقرار سے ہم  
بکہ غلطو ظا ہوئے ہیں ترے اشار سے ہم

لے ملا رہتے ہیں اب تھکوتے یار سے ہم  
چلتے ہیں جھجکے ہوئے سایہ دیوار سے ہم  
ہیں تو چنگ چلے پر لگتے ہیں بزار سے ہم  
یوہنیں محسوسم چلے یار کے دیدار سے ہم  
سینے کے کتے ہیں لگا دیوینگے بازار سے ہم  
سر کو ٹکراتے ہیں پردوں اسی دیوار سے ہم  
دیکھ آئینہ لگائے رہے اُس یار سے ہم  
پوچھتے لگتے ہیں اُس کیفی سرشار سے ہم

تو یہ کہتا ہے غرض اور تو کیا ہے ہم کو  
 ہم کی رات بلا سی نظر آتی ہے اک آہ  
 صبح محشر سے دوسے اُسکی انہو دے گی محر  
 فکر کا اپنے غصہ نظر آوے تب روپ  
 کچھ دم کا بہر وسا نہیں ہیشیا درہو تم  
 گر حضرت دل یار کی خرسندی ہے منظور  
 ظاہر ہے دعا بے کی مانگے ہیں غنوار  
 اس شوخ کے کوچے میں یہ پھرتی ہے سناو  
 کچھ تو مرے غنواروں کو اس رات ہکھکا  
 میں نے جو کہا گریہ کنان کو چے میں ہوں ہم  
 تو بولے وہ کیا ناز سے پردا میں کیا ہے  
 ہر چیز عیادت کو نہ وہ آئے غضنفر  
 بے توقع ہوئے ازبکہ ہر اک بات سے ہم  
 جام خالی تھیں دو غیر کو لہریز شراب  
 جو جو مذکور کیا کرتے ہیں صاحب گھرین  
 وہ ملاقات گلی کوچے کی بھی اتو چھٹی  
 دل و جان صبر و توان چھل و روان دین یا  
 جو پسند اس میں کرین آپ سو ہے آپ کی نذر  
 اتو یوں بیٹھے ہیں خاموش غضنفر گولیا  
 تصور میں ہو اُس سے دو بدو ہم  
 شبِ حیران میں بیٹائی کے مارے  
 گیا اب وہ گریبان ہی کہ جس کے  
 کبھی دیکھی جو کل تصور محبتوں

پر بکد ہوتے ہیں ابلیسی ہی نکرار سے ہم  
 دس دم دیکھتے ہیں چرخ کو لاچار سے ہم  
 پہلے ہی سمجھتے تھے اس رات کے آثار سے ہم  
 بائیں فرصت جو زمانے کو ٹٹکا نکار سے ہم  
 اسے تجیر ان اس سے خبردار ہو تم  
 جب کہ جو زیست سے بیزار ہو تم  
 یعنی کہ ازویت میں گرفتار ہو تم  
 لے بیگناہ نعرے کو تیار ہو تم  
 آپس میں جو کہتے ہیں کہ سیدار ہو تم  
 اور چین سے سو بام یوں یاد رہو تم  
 پیرارے روتے پس دیوار رہو تم  
 لیکن اسی امید میں بیمار رہو تم  
 دست ہزار ہیں اب سبکی ملاقات سے ہم  
 کیفیت بائیں سو گیا ایسی مدارات سے ہم  
 جان لیتے ہیں وہ سب دلی کرامات سے ہم  
 کیونکہ بیزار ہوں موسم برسات سے ہم  
 تم سے منکر نہیں ہونے کے کسی بات سے ہم  
 تا بمقدور نہ چو کہیں گے ملاقات سے ہم  
 آتش تھے ہی نہیں حزن و حکایات سے ہم  
 کیا کرتے ہیں پیر و ن گفتگو ہم  
 تر پتے لوٹتے ہیں چار سو ہم  
 سدا رہتے تھے مشتاقِ رفو ہم  
 تو گویا بیٹھے تھے بس ہو ہو ہم

نہ آیا مرتے دم ہی وہ غصہ خنجر  
 نہ کائے کین اور نہ مارے مرین  
 مر بیٹوں کا ترس ہے چارہ ہی  
 آئی دہیں مرتے دم شیم و  
 کرتا ہو زبان بند ہی تو بھلا  
 غصہ خنجر کہا ترع میں اُسے آپ  
 کہا میں یار کے منہ سے ملا نہ  
 گھنڈ اپنا کوئی اس وقت دیکھے  
 جلا جاوے گا دوڑا میں دو انا  
 کھلے بندوں وہ ڈیڑھ ہی میں کٹر  
 نظر آیا جو میں اُس کو تو ہنس کر  
 غصہ خنجر کہ جواب اپنا تو آپ ہی  
 یہ وقت خواب وہ بے چہرا منہ  
 لڑے ہی نرم میں ہی اُس کی چوں  
 ابھی کھل جائیں عقدے اپنی دیکے  
 میں اس گردی ہوئی چوں کے حد  
 جو بوسہ مانگا تو کہتے ہیں اپنا  
 کہا غیر دن نے جو کہہ منہ میں آیا  
 غصہ خنجر قدر و ان کوئی کہنیں ہے  
 میں نے مانا تو مجھے کام نہ کہہ  
 قاصدا جو کہا ہو سو کہدے  
 نا تو انی سے اُس گلی میں جو میں  
 قاتل اک اور وار کر مجھ پر  
 چلے دنیا سے کیا پر آرزو ہم  
 ہمیں پر یہ عاشق تھارے مرین  
 ہمیں دکھ سے گریہ بچارے مرین  
 جو فرقت میں ہم غم کے مارے مرین  
 (ن) کچھ آنکھوں میں کر کے اشارے مرین  
 مرے سامنے نہ کنا مارے مرین  
 کہو تو لیون بوسہ بولے کیا منہ  
 لگا دے بار جب ہم کو ذرا منہ  
 جاہر کو ابکی وحشت میں اٹھا منہ  
 اور اُس کا اتفاقا ہفت کھلا منہ  
 دوپٹے میں لیا اُسے چھپا منہ  
 کہ تجھ سے کہ سکے کوئی سو کیا منہ  
 ابی رکھے تعادلت سے ذرا منہ  
 کہ تو نے اس طرف کو کیوں کیا منہ  
 تبتم میں جو ہو اُس گل کا دا منہ  
 بنا نا بھر دو ہیں ہو کر خفا منہ  
 تم آئیے میں دیکھو تو ذرا منہ  
 ولین میں تھارا اگر گیا منہ  
 ہمیں بھڑکے جاہر سے ترا منہ  
 پر مجھے عاشقوں میں نام نہ کہہ  
 اُسکا بات کوئی پیام نہ کہہ  
 گر پڑوں ہمیں تو ہٹا م نہ کہہ  
 کام میرا تو نام تمام نہ کہہ

وہ تو لڑکا ہے اس سے ہے مجھ کو  
 اُسپہ گھر والوں کی ہے قید دلا  
 کام آتا نہیں کسی کے کوئی  
 کہ کسی سے وہ کیا صلہ جو ہوا ہے لڑے  
 کھلا کسی پہ نہ احوال انکی رنجش کا  
 میں دو بھٹتا ہوں جو ان سے تو دل یہ کہتا  
 چار لڑکے مجھے وہ ناحق جھکائے شرم سوا آنکھ  
 دلا تو لڑنے کو تیار کیوں ہوا سہ سے  
 وہ لڑنے کو ہیں وہ آئے تو خواب میں آئے  
 شب وصال میں رنجش جو آگئی باہم  
 کسی نے اس مسئلے کو کچھ نہ کہا تو کہا  
 گئی سے اسکی غنفر کھڑو آئی نسیم  
 عیض حسن جواب دہ بد مذہب بڑھاؤ پہ ہے  
 مجھے بتا دے تو رہتا ہے کون میں گھر میں  
 اڑان گمانیاں کیونکر ہیں نہ مبتلا دے  
 اُنہا کے آنکھ کے دیکھنے کی تاب ہے آ  
 ہم اسکی ہم کی حسرت میں اٹھنے ہیں  
 نہ چوہو بھر محبت میں کچھ ہمارا حال  
 غنفر اس سے تو گر لپو غرض حال اپنا  
 سوزنا سراق یار میں خواب و حیا ل ہے  
 اپنا طلق تو تھا ہی پہ میتابی سے تری  
 مجھ تو ان وزار کی حالت نہ پوچھے  
 جو لے مرگ کو تیرے ہے مرنے دم پہ تم

گرنہ نکلے تو اُس کو نام نہ رکھو  
 کہ قدم در پہ صبح و شام نہ رکھو  
 لے غنفر کسی سے کام نہ رکھو  
 ہوا میں آئے وہ کافر تو بچہ خدا ہے لڑے  
 وہ روز وصال حجب شرم سے حیا لڑے  
 وہ آشا بہنیں جو اپنے اُشتا سے لڑے  
 یہ جنگو ہے نظر انکی نسبت با سے لڑے  
 شرم لے تو ہم اس شرم سے بوجھا لڑے  
 میں ان کی کیا کون عیاری کس غما لڑے  
 قصا کا دم اس شرم سے بوجھا لڑے  
 بلا منافی ہے میری مری با سے لڑے  
 بھری دماغ میں یہ بو کہ ہم ہوا سے لڑے  
 چلا ہے گھر سے لڑا تا ہے ہی تا وہ ہے  
 کہ جبکہ کوئے سے کوٹھارا لگاؤ پہ ہے  
 کہ ہم ہیں اُسکے ہوا خواہ اور وہ باؤ پہ ہے  
 نشست یار اگر پہ بڑے دکھاؤ پہ ہے  
 یہ چون چون سنتے ہیں مجلس بڑے جاؤ پہ ہے  
 جو کچھ ہے آفت دریا سوا اپنی ناؤ پہ ہے  
 ابھی نہ بول کر غصہ میں ہے وہ ناؤ پہ ہے  
 جب دل لگا تو آنکھ کا لگنا حال ہے  
 اسے بیقرار دل ہیں ایذا کمال ہے  
 جی کل سے بھی کچھ آج زیادہ لڑ حال ہے  
 یعنی تجھے بھی مرگ کا اُس کے لال ہے

میں اور فراق میں ترسے اختیار ہوں غلام  
 عاشق کا خون شش کی لبت میں واقعی  
 کہو انکار ہی تو قتل کا قاتل میسر  
 گھٹی آواز سے سب اسکی منتقل خوبی  
 گلے سرو آویز عاشق کے یہ پوچھے ہر وہ شیخ  
 گو تیرے لیے لیکن میں تجھی کو دیتا  
 میری ابرائے کے جو رہتا ہے وہ دوپٹے دن رات  
 بارے صد شکر ہوں نکلی مرے ہاتھوں کی  
 جیب و دامن سے سرو کار نہ تھا صبح تنگ  
 کہوں اک اور غزل ایسی غصہ فرجس سے  
 پوچھے ہے سامنے نہ کر کے وہ قاتل میسر  
 میں نے سوتے میں جو چہرہ آویز اچھڑ کر پڑے  
 ہے یہ اگر وہ کہ دن عید کے بدلی پوشاک  
 دیکھ کر آئینہ ماہ یہ کہتا ہے وہ شہ رخ  
 کر کے قاتل اہنین پوچھے جو غصہ فرجس کوئی  
 نالہ و شور و فغان تھا آہ و زاری رات تھی  
 بیکلی سے کل نہ تھی کل شام سے لے تا صبح  
 ناک و نایا دھم دین و دونوں بھولے تھے اُسے  
 تاروئے کا نہ ڈا جب تلک ٹوٹا نہ دم  
 ٹیٹھا ٹیٹھا ترپنا کوٹنا سر پٹینا  
 تیرے آنے کی توقع تھی جو دل کو لبد مرگ  
 اُسکا کہ شمع بیان شمع غصہ فرجس کیا  
 جبین تری طلب ہوا اس جبین کے صدمے

لے پر گمان یہ کیا تجھے ناسد حسیال ہے  
 معشوق اگر کہے تو غصہ فرجس حلال ہے  
 حشر کے دن جو کرین تجھ کو قاتل میسر  
 گو کہ پردے تلے کئی بیچ میں حاصل میسر  
 چ کہو تم ہوئے اس واسطے مائل میسر  
 ہوتے ہلو میں ہسان لاکھ اگر دل میسر  
 کہہ تو اسکو ہی شتانے سے ہے حاصل میسر  
 سو رہے ہو کے وہ اک روئے چوٹ اہل میسر  
 اسکی گردن میں جو تے ہاتھ حاصل میسر  
 سارے شاعر ہوں ادا بندی کے قاتل میسر  
 کیوں جی کچھ موقع سے میں چہرہ پر یہ تل میسر  
 میں نہ سوؤ گمانہ خم سوؤ گے شامل میسر  
 لگ گیا وہ جو گلے سے کہیں غافل میسر  
 حق بجانب ہے اُنہوں کے جو ہیں مائل میسر  
 تو یہ کہتے ہیں کہ دشمن ہوئے قاتل میسر  
 کچھ تنہائی میں کیا کیا بیعت رازی رات تھی  
 ایک سی حالت دل مضطر کی ساری رات تھی  
 اک خطا و لکھو تہاری یاد گاری رات تھی  
 شدت غم سے یہ حالت مجھے طاری رات تھی  
 اضطراب دل سے یہ حالت ہماری رات تھی  
 نا امید ی میں غجب امید واری رات تھی  
 جس مصیبت اچھی اُس نے گزاری رات تھی  
 ہو جبین و کر تیرا اُس گفتگو کے صدمے

جائے وہاں تو کہیں کو بچہ دلبر واسے  
جانب بام بھرت نگران ہے کوئی  
زب و زینت تبراسے سدھم کا حسن  
دعویٰ دل کہیں کر مجھ کو بیاگ کوئی  
تم ہی لوگوں میں گویا عفتنفر میرا  
جس کے بن دیکھے نہیں زینت کا اسلوب کوئی  
باؤں پر پڑے ہر اک سے بن ہی پوچھوں ہوں  
ساتھ عزیزوں کے بھائی کو تو دربار میں نہ بیا  
دیر آنے میں سفر سے جو گئی تھی تو بھلا  
دیکھوں گریہ کی نظروں سے تو نظروں میں  
جو کہتے تھے کیوں ہے تم اکثر نہیں ملے  
شکوہ جو نہ ملے گا کیا میں تو وہ بولے  
انسان کو کچھ حفظ مراتب ہی ہے لازم  
مطلوب نہ ہاتھ آئے تو طالب کی ہے غامی  
وسعت کے بھائی تو ہیں لاکھوں ہی جہاں  
قاصد سے کہا پڑھ کے خطا شوق ہمارا  
بے دید ہیں کیا ملک عدم کے ہی سا فر  
حالت مے دلی؟ نہیں معلوم ہے بالکل

ملنے کا جو میں عید کے دن اُسے کیا ہند  
کہنے لگے ہم تجھ سے عفتنفر نہیں ملے

قاصد اگر نہیں مشاق وہ دلبر میرا  
پیش چشم سوچو نہ مری قتل یہ تم  
بارا اپنے کسی ہمارے کہتے تھے وہ یہ  
مجبے آرزوہ ہی کچھ آج عفتنفر میرا

اسطون راوہنیں اور لفظ واسے  
نیچی نظروں سے ذرا دیکھ لے اور واسے  
سادگی نہ تری صد کے زور واسے  
کھول مت جو ہے کوا ذرا لیں منبر واسے  
جیسے کہی ہیں ہمیں لوگ عفتنفر واسے

بد تو کیا اس کا کہیں نہ ہو غریب کوئی  
اُس کے ملے کا بتا دو مجھے اسلوب کوئی  
وقت میں جا دیکھا اک روز نہ میان دو دیکھی  
تم تسلی ہی کو کہہ سکتے کہ تو ب کوئی  
آہنا سے نہ عفتنفر نہیں مجھ کو ب کوئی  
اب اُنکے دوست اپنے سے تو رہیں ملے  
گیا ہم میں ابھی آپ کے نوکر نہیں ملے  
صاحب کس و نا کس سے برابر نہیں ملے  
دیکھیں تو بھلا ہے وہ کیونکر نہیں ملے  
پر لاکھوں میں بسعت سے برا در نہیں ملے  
مشاق وہ کیسے جن کو اگر نہیں ملے  
جانے ہیں تو برسوں میں پھر اگر نہیں ملے  
یہ ان کی ڈھٹائی ہے جو اس پر نہیں ملے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## انتخاب دیوان رضا

جس روز سے طالبِ یمن زو بانِ جانِ جانکا  
منظور را دید ہے نے دیدستان کا  
ہے داغِ مرے دل پر تری عشق کا ہر دم  
عاشقِ نہیں زہارِ مین ان لالہ رخاں کا  
جو گل ہے سو ہے عشق میں تیرے وہ ماہا جا  
بلبل کے بھی سو جیسے ہی آہ و نغسان کا  
گر چاہی روز تری بچنے نہ لذت  
ہر خستہ مگر کو ہے مہ دذات سے تیر سی  
جنتا ہے رضا ایک فقط نام کو تیرے  
در زبے دیکھا سو وہ جو یا ہے نشان کا  
جسے دل کے لیے کارِ مان لیا  
کیا میں نے تجھ پر سے تیرا بن لیا  
لگا بیٹھا ہے تیرے تیر قائل  
کہا میں نے آ پنا پیکاں لیا  
دہین ناز سے آکے ٹھکر لگائی  
مجلد اب چلا ہے یہاں سے رضا تو  
گر اس کلی میں ہووے قاصد گزار تیرا  
بہر ملک نہ پاؤں تجھ داغ سے تو خالی  
سو بار اپنے جی کو تجھ پر نثار کر دے  
تہا جلوہ گر ہے انان میں نور تیرا  
بلبل کو خون گل میں نالوں سے میں لٹا دوں  
اک روز ڈرتے ڈرتے میں نے کہا کہ ظالم  
کچھ لگا کر م کی ہم پاس کیا کی ہے  
کب ہے تیرا سادہ بن غنچہ بستانی کا  
لے آہ ترا کر کے فلک پر سے تپا را

منظور را دید ہے نے دیدستان کا  
عاشقِ نہیں زہارِ مین ان لالہ رخاں کا  
بلبل کے بھی سو جیسے ہی آہ و نغسان کا  
ہو ذالغہ شیریں نہ لب و کام و دہان کا  
ہے مونس و غوار تو ہی حسرت و گمان کا  
در زبے دیکھا سو وہ جو یا ہے نشان کا  
کیا میں نے تجھ پر سے تیرا بن لیا  
کہا میں نے آ پنا پیکاں لیا  
کہا دیکھ جی میں نہ ارمان لیا  
دم و اسین ہی یہ احسان لیا  
کیونکہ جانِ بلبل ہے اک عقیقہ راز تیرا  
ہر سنگ کے ہے ولینِ مخفی شہرِ تیرا  
آنا رضا کے گھر ہو گر ایک بار تیرا  
سب صورتوں میں ہنسنے پایا ظہور تیرا  
لے رشک گل نہو گر پاس حضور تیرا  
لیو بگا جی کو میرے آخرِ عمر در تیرا  
ہر و فنا میں شایہ ہو گا حضور تیرا  
زنگِ تجھ لب سا کہاں لعلِ بخشنی کا  
جھپکے ہے پڑا آنکھ کو ہر ایک ستارا

## انتخاب دیوان رقت

آہ میری ہے موتہ بسم اللہ کا  
 واسے لبے برگی بنین ہمارا در اول  
 جو گدا اسکی گلی کا ہو کے اوتے خاک را  
 ہم گداؤں سے لے کر کوئی کس واسطے  
 جمع میں رکھتے تھے اکل سو نو کو دیکھ کے  
 جو شیرازہ خلق محمد نہ ہوتا  
 احد کونہ بچا خست کوئی ہرگز  
 اسطون محمد اللہ سے دامن بچھا جانے لگا  
 آج اسکی بزم میں کچھ اور شاید گل کھلا  
 بن بلائے لاکھ باری آپ آتا ہوا بیان  
 پوش کی اپنی خبر لے چکا رقت کیا ہوا  
 یہ ہے فرقت میں تیری زود بچہ راتوانی کا  
 بہر صورت اُسے ہم دامن اپنی شاد ہے  
 مجھے تو اسے شکر و عہد فردا پنا ہے  
 مقصود نے ازل کے فکر سے کھینچا تر نقشہ  
 بغیر از شمع جسے دل جلون کی قبر پر آکر  
 ہاتھ اکدن اسے میں آراہ نسیان رکھ دیا  
 بد موت کے ہوا ہے یاں گرد اورا یا رکا  
 ہو کے حیران میں نے دیکھا اسطون اور اختر  
 مرتے مرتے اپنی آنکھیں دم بدم جھپکا گیا  
 جراتی میں تھاری دلی دشت کو جو گھیرایا  
 پس ہے اس شیرازہ دیوان کو رشتہ چوکا  
 اور سفر دریش آہو بچا عدم کی راہ کا  
 کیا حجب کر کے پیدا وہ تیرہ شاہ کا  
 جب کو دیکھا سہنے سوطا لبہ مال و جاہ کا  
 اب جو رقت پاس دھونڈو نام ہے اللہ کا  
 تو دیوان عالم مجھ نہ ہوتا  
 اگر درمیان ہم احمد نہ ہوتا  
 اسطون چاک گویاں باتوں بھیلانے لگا  
 دیکھا غنی جو مرے سینے میں مرجھانے لگا  
 کیا غصہ بکرا ب وہ ہکورا وہ کھلانے لگا  
 اُسے جانتے ہی تھے کیوں غش غش آنے لگا  
 کہ پلو بارے ہے پری سے اب عالم جوانی کا  
 بنین ہے شوق بر آس کو کسی تھکے کہانی کا  
 پھر دسا ایان بنین ہے آج کی ہی زندگانی کا  
 تری تھویر کھینچے یہ کہاں مقصد رمانی کا  
 کرے ہے کون درود و کردار وہ گل نشانی کا  
 بد گمان لوگوں نے کیا کیا مجھ پر بتان کیا دیا  
 اشک ہم حایین تو ہم کر لین نظر ابار کا  
 بزم میں بے نام کوئی جب بیکارا یا رکا  
 نزع میں یا د آتی رقت کو اشا را یا رکا  
 کبھی صحرایں جانک کہیں گلیوں میں پھرا یا



لگا کئے وہ تیرے دیکر کل اشک ٹھکڑ کو

پہنیا آج کچھ کتنا پھرے ہے چار سو بی بی

یہ رقت کا سخن کد بھیجی اُس آئینہ رو کو

ایک لایا کروں عیو بن وہ مہرین ملتا

نہ لگتی پیچہ اپنی قبر سے روز قیامت تک

لایا خاکِ بینِ زلفت نے تیری جین رقت کو

سو لپٹ کر توٹک لے غامِ خواب آجکی رات

صبح گھر جائیو کیا اتنی ہے جلدی صاحب

مان لو کئے کو رقت کے نہیں آخبر کار

بیل کو بے گل ہے کیا غلش آج

دامنِ نہیں آستین کھینچو ن

بے خضران ہے بہار فیض آباد

الارسان دلچسپ ہے یہ

یہ وصیت ہے جب مرے رقت

اُٹھو گھاتے کو چے ہے دامن کو ہزار

جانے میکشون کی گلی میں تو زاحدا

رقت نہ جمع کیجیو اسبابِ دنیوی

آتا ہے ہی میں بیٹھے سارے ہاں کو چوڑ

اُس مرغ پر عیان ہے ترا ظلم باغبان

آدو خان سے تیرے سبھی ہو گئے تنگ

یا تو وہ دن تے کہ ہم وہ بیٹھے تے پاس

غیب کو دکھلائے کاشفِ روبرو خدا کا کش

آخر اٹھو آتا ہی چنے لیا اتنا عجب کو قتل

ذرا دیکھو یہ دیوانہ تو اور ہی رنگ کچھ لایا

لگ کر کیا یہ ہی باغی چشمہ الفت سے پی آیا

کہ ہے خاکساروں ہی نے ظالم تم کو چکرایا

جو اتنا اُس سے کد دن چاہے والا نہیں ملتا

قیامت عجب تھی گروہ نہ وقت واپسین ملتا

بھلا اسے سنگدل نو کیلے اُس سے نہیں ملتا

بات رہ جائیگی ہو جائیگی خواب آجکی رات

دم مرے سینے میں ہے پاہر کا ب آجکی رات

بات رہ جائیگی ہو جائیگی خواب آجکی رات

ہر خار کرے ہے سر ز نش آج

نکلے جودہ سپر ز انش آج

بتر از گل ہے خار فیض آباد

کہ چھا گلزار فیض آباد

گاڑیو تم کس فیض آباد

بیو نکا جا کین میں گربان کو پہاں

ایسا ہو پلاوے کوئی ہے بھپاڑ کر

کیا فائدہ ہے جائیگا صب چوڑ جاڑ کر

اُٹھے نہ مرتے دم میں اُس آستین کو چوڑ

تھل ہیا میں جو گیا آشیانہ کو چھوڑ

رقت خدا کے واسطے آہ و نفا کو چھوڑ

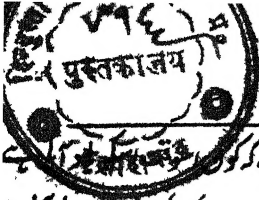
یا اب اُس گھر کے نہیں باتے ہیں پھرے اُس پاس

اُس کے بدلے اک لگائے مجھے تلوار کا کش

لاش اُٹھو اُنے مری آئے نہ ہوتے لار کا کش



آج کے دن اور یہی مرتبہ یہ بیلہ کاش  
 پہلے رقت کو کیا جوتا تے بیار کاش  
 کسی زمانے میں ہے ہی ہوئی تھا اخلاص  
 یہ پیا دل وہ یہ محبت یہ آپ کا اخلاص  
 کر سیکے آپ اگر وہ نہیں جا بجا اخلاص  
 سو ہم بھی یہ تھکے ہیں حساب دوستانِ دل  
 دل تو کُن ذرا چلا گیا مجھے دل کر دل  
 پڑے تے میکوں اُس جا پہ خاکِ خون میں مل پڑا  
 پڑا ہیکہ البعدِ غربت مرا بھی زار و مضطر دل  
 دل ناگزیر بار دو ماہم گر ہوا بر دل  
 بس مرے سینے میں بجائی تری گنجائش نہیں  
 دلی کچھ سینے میں میرے روزِ پیدائش نہیں  
 دستہ گل سے مری محفل کی زیبائش نہیں  
 میں تو کہہ ہی سکوں پر تے سنا جائے گمان  
 الجلی کے ستین زوال نہیں  
 گلی ہے اُسکی ذرا کرتے ہائے پلو  
 خدا کے واسطے ناتے کو ملک بڑھانے پلو  
 گلی میں اُسکی اگر سر ملک بھی جائے ہچلو  
 کنا تو ان ہون نہ تازی کو یوں اڑنے پلو  
 نہیں میں پوچھتا تے بھلے تم آئے چلو  
 تو منہ سے نکلتے ہے بے اختیار ہائے چلو  
 تو دہتی تیغ کو تم سنگ بھی چٹائے چلو  
 ہمارا آوے نہ آوے ہم نکلیا میں بیابان کو  
 ہر گز کیا نہ کیا تو یوں پولا وہ شوخ  
 ہر گز کیا نہ کیا تو اُن اب وہ بچو گیا  
 نہ کہ گھنڈہ رقیب اُس سے گر ہوا اخلاص  
 نہیں کو تو کوئی کس سلوک بدل دے  
 تمام حلقے سے ہو دیگی دشمنی محکو  
 دیا رک بوسہ نہبان اُسے ہلکوات دیکر دل  
 یوں کل بھیجی ہو جی میں آئی میرے اسے رقت (ق)  
 گیا جو کوچہ دلبر میں دان اور متا تھا  
 لگا کر تے تجس میں تو دیکھا ایک گوشے میں  
 لگا حشر ہے، محکو دیکھنے وہ دور میں اُسکو  
 تیری بیانی سے اسے دل محکو آسائش نہیں  
 ایک دل رکھتا تھا میں سوزِ تیری کر چکا  
 سینہ پر داغ سے یہ گھر تماشا گاہ ہے  
 دو سنو نقشہ دل مجھے کہا جائے گمان  
 کیونکہ قاصد کہ اُس میں حال نہیں  
 جنازے والو نیچے قدم اٹھائے چلو  
 کسے تھا قیس کہ اسے حرمانِ عمل  
 کہیں ہیں آج مرے پاؤں پڑے حضرتِ دل  
 کہوں میں کیونکہ اب اُس شہسوار کو یار  
 تمام رات میں وعدے پہ بیتِ راز رہا  
 کہے ہے جو کوئی جھوٹوں کہ چلتے ہو اُس پاس  
 جو غمِ قفل ہے رقت کا آج سنگِ دل  
 یہی آتا ہے جی میں پہاڑ کر اپنے گریبان کو



دلِ نالانِ جوب پر لیکے اب نسو داتا ہے خدا جانے کہ کون سے شوق سے لکھ کر لایا ہے  
 ہمارے واسطے کوئی یہ اُس سچا کے اب کہیں ترے کو ہے بین کوئی خامان برباد آیا ہے  
 جو کچھ ہوتی ہو سوہوڑے اُس دِل دنگ سے رت جودل لینے کی خاطر وہ ستم ایجاد آیا ہے  
 کمان گل اور کمان وہ اکھباہ یاد بند ہی ہے جو بلبل اُسے عاشق ہے تو اُسکی خود پسندی ہے  
 نظر جس آن کوئی بے سرو سامان آتا ہے بے یاد اپنا دل بی اختیار اُس آن آتا ہے  
 جہاں میں تہا ری کیا کہیں کیا کیا الم دیکھے غرض تہی زندگی اپنی جو بھڑا یہ قدم دیکھے  
 دلا تو ساتھ اپنے لیکیا صبر و شکیبائی بیان میں یوں اکیلا رہ گیا لے واسے تنہائی  
 چھوٹا سا سرِ افادہ دل تیرے رونے سے بھل لے چشم تو نے اس برس برسات ٹھلائی  
 بقول مصرعِ جرات ترے بن دیکھ رقت کو کوئی کہتا ہے وحشی کوئی اجنبی کوئی سودا ہی

## انتخاب دیوانِ رضوی

تم جو دن عید کے غیروں کے گلے مار گے ہم پھر سے روتے ہر اک کی درود یوار گے  
 میں تری تیغ تلے سر کو دہرے ہوں قاتل اور تو چاہے ہے کہ سیلا د کی تلوار گے  
 وقت سرگوشی اغیار جو میں آ پہنچوں تو بانے وہیں کچھ بات وہ عیار گے  
 پردہ شرم کو کر دور ذرا مڑ کر دیکھ پیچھے پھرتے ہیں ترے طالب دیدار گے  
 رنجِ راحت ہے اب اور درد ہے درماں میرا کیون نہ کا تو مجھے مرسم زنگار گے  
 کہ سپرد انگوہی تو دستِ جنوں کے نامع ہیں گریبان میں ثابت جو کئی مار گے  
 اک غزل اور بھی پُر درد سی کیے رضوی اپنے تو ہی کو نہ یہ آپ کے اشعار گے  
 منعت کیجیو جب مجھے وہ قاتل پٹے اس بہانے تو گلے سے دل بسل پٹے  
 ہے بجا کیے اگر عفتِ ثریا ان کو ہیں جو باہم ترے رخسار پہ تیل پٹے  
 چہرے سے نقاب دور کیجیو یہ شرم و حجاب دور کیجیو  
 کھیلو کی اُسکے گھر میں جو تنہائی پھری گئی شاید کہ اُسکے آج دیوالی صبری گئی

## غزل جناب میان سید حسین احمد صاحبک

تم حاشے ہو اور مجھے کچھ خبر نہ ہو  
یون دل کے حال زاد پر کڑے جگر نہ ہو  
اس لکین سے خون تشاگر نہ ہو  
کچھ بین ان تبوں کھٹکانا نہیں کا  
جہا کہیں نڈکی فدا کی میں گم نہ ہو  
ایہی ہی ایک رشتہ مہنتی سو نہ ہو  
میرا تیرا ہومرے دل پر اثر نہ ہو  
ناتیر بھی جو حاصل درد بگر نہ ہو  
اپنے بارے ال دل نہ گر نہ ہو

یہ ایک آپ صبر و اذیت میں کیجئے

وہ بھی ہے کوئی حال جو نوحہ دگر نہ ہو

غزل حضرت شیش بابری

ابھی کہاں ہے غامت نظر کے ہنظر اب کا  
دوم اختر تک رہی نظر میں شکل آشیان  
تیرا قیاب اور بھی نقاب سے مناجاب کا  
ستم آواز دیکھنا قفس میں اسیت خواب کا  
ابھی قفسام ہے وہی ابھی جہان ہے برقرار  
اب آچکا ہے لب پدم دکھا جال منہ نہ پھیر  
آج قفسہ ختم ہے مرے ترے حجاب کا

نام عمر دوسے ہیں بڑے یہ بد نقاب باریت

وہی ہے حال غیش کا جو حال ہے سحاب کا

غزل حضرت موبانی

وہ بھی کیا دن تھے کہ تو طوہر فراموش تھا  
کستہ عام تھی اورانی سے کی شہر تھا  
دیا دنا کا مجھے تیری سوا ہوش نہ تھا  
عبد امانی میں تو ما کوئی جو میوش نہ تھا  
اور بھی سب کو دکھائی تو مصاحبت کی بہا  
شاہ گیسو بھی تیری سب غلبہ دل  
میں نقدا بغیر مع بنا گوش نہ تھا  
پیرہن کوئی اور ارانہ انہوں نے حریت  
وہ کہ خوشیوں سے محبت سے ہوا خوش نہ تھا

غزل حضرت شیش بابری



تنقید رسائل و کتب

(۱) باقیات خانی یعنی مجموعہ غزلیات خانی بدایونی جلد دوم ۲۰۰ صفحہ قیمت فی جلد سترے۔ مصنف میں شوکت علی صاحب خانی وکیل آء اود سے طلبہ کو اجاہ ہے۔ حضرت خانی کا شمار دور حاضر کے بہترین شعرا میں کیا جاتا ہے۔ اور عیا طور پر کیا جاتا ہے۔ بیوت کیلئے دو چار شعر اہل طلبہ ہیں۔

حجابِ اُرمین و توکانہ در میان ہوا — پیامِ حسنِ محبت کی داستان ہوا

ابن البیہودہ ہنگامہ فریادینین  
اللہ ہی نری یاد کر کے یادینین

بجلیاں ٹوٹ پڑیں جب تعالیٰ کو اٹھا  
 لکے لکھی تین لکھا ہیں کہ دھوان دھکا

(۲) نقش از رنگ ایمنی مجموعہ غزالیات چودہری جلال الدین صاحب اکبر علیہ السلام ۱۲۸ صفحہ

قیمت چم۔ محمد اسماعیل خان صاحب نعیم الہک رسالہ ہزار داستان لاہور سے مل سکتا ہے۔ اکبر ادر  
ان کے استاد سید عابد علی صاحب عابد لاہوری نو نوں پیری لڑنو جن ونسیم کی کوشش کرتے ہیں اشد قبا  
کامیاب ہوئے۔ فقیر کے نزدیک اکبر نے اپنے کلام کی اشاعت میں جلدی سے کام لیا۔ ایسی کچھ دن  
اور صبر کرنے تو بہتر تھا۔

(۳) دشمنیت و شکست! مہرون بہ بنوی عراز اقبال در اصاحب سحر شگاہی کا لید اس کے منہ

ہنگ سٹلا کا یہ دلچسپ ترجمہ مترجم (خداوند) باوجود رام - ایم - ال - ال - بنی دیکھ فیچور (میں)

سے مل سکتا ہے۔ قیمت ”ربع مہینہ“ ہے غالباً ۸ روپے گی۔

پس ۱۵۰ یعنی مجریہ مضامین جناب آغا حیدر صاحب دہلوی مرتبہ مولوی عبدالمطہا ایم۔ اے۔

علیگ جمع تقریباً ۱۰۰ صفحہ قیمت عہدے کا پتہ حضرت مولف یعنی مولوی عبدالواسطہ فیروز

مسلم یونیورسٹی علیگڑھ۔ جین لوگون کو دہلی کی بہترین شہزادی زبان کا نمونہ دیکھا جو وہ اس کتاب کو لکھ رہی تھی۔

ننگا کر پڑ حسین -

(۵) تہذیب لاطفال ایسی بچوں کی تربیت کیلئے کارآمد تصور کی اور دوران میں ایک نشین شہری

آیت‌الله العظمی محمد کاظم حنین صاحب روحانی مدرس اہل اسکول سرا جلیج بھگل - حجم ۲۱ - جزیت علیہ

پیشوئی شریک خاں کو کہ اس بھال دہندستان کے نصاب میں داخل کیا جائے۔

